AGA KHAN UNIVERSITY EXAMINATION BOARD

SECONDARY SCHOOL CERTIFICATE

CLASS IX

ANNUAL EXAMINATIONS (THEORY) 2023

Urdu Compulsory Paper I

Listening Passage – I

پارسی کالونی، کراچی

عموماً کراچی کی سڑکوں سے گزرتے ہوئے اب یہ احساس ہوتا ہے کہ شہر کا نقشہ پوری طرح سے تبدیل ہو چکا ہے۔ پرانے طرز کے مکانات کی جگہ اب بلند و بالا عمارتوں نے لے لی ہے اور یہ حال صرف سڑکوں تک محدود نہیں بلکہ اب گلی محلوں کے اطراف میں بھی اس کے اثرات خاصے واضح ہیں۔ وہیں اس شہر میں پارسی کالونی کا علاقہ بھی ہے۔۔۔ اس کی گلیوں میں پھیلی خاموشی اس بات کی علامت ہے کہ اب یہاں کوئی نہیں رہتا اور جو گھرانے یہاں رہتے بھی ہیں وہ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔۔۔ اگر اس کالونی کے اِرد گرد دیکھیں تو اس کے آس پاس بلند عمارتوں کا جُھرمٹ ہے جو آہستہ آہستہ تنگ ہوتا ہوا ان گلیوں کی طرف بڑھتا نظر آرہا ہے۔۔۔

پارسی کالونی کا پورا نام 'سہراب کیٹرک پارسی کالونی' تھا جس کی بنیاد ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء میں جمشیدی نوروز کے دن اس وقت کے سندھ کے کمشنر جے۔ایل ریو نے رکھی تھی۔۔۔ اگر اس علاقے کی تاریخ کو دیکھا جائے تو سنہ ۱۸۵۴ء میں کراچی کی بندرگاہ بننے کے بعد یہاں پر پارسی اُمَرا آباد ہونے لگے، جنھوں نے مَیری ٹائم سینما اور بینکوں میں سرمایہ لگایا اور اُس وقت کی برطانوی فوج کا بھرپور ساتھ دیا۔۔۔

مصنف الیگزینڈر بیلی اپنی کتاب 'کراچی، پاسٹ، پریزنٹ اینڈ فیوچر' میں لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۸۸۱ء کی مردُم شماری کے دوران کراچی میں پارسی کمیونٹی کی کُل آبادی فقط ایک ہزار نو سو سینتیس افراد پر مشتمل تھی۔۔۔ ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کی دہائی میں یہ تعداد پانچ ہزار تک پہنچ گئی تھی، وہیں اس تعداد میں ۱۹۸۰ء کے بعد۔۔۔ گراوٹ دیکھنے میں آئی۔ یہ وہ دور تھا جب کراچی میں بسنے والے بہت سے پارسی خاندان پاکستان سے بیرونِ ملک نقل مکانی کر گئے۔ پارسی برادری کی ویب سائٹ 'کراچی زرتشتی ہنومنڈل' کے مطابق، اپریل سنہ ۱۹۹۵ء میں ہونے والی زرتشتی مردُم شماری کے مطابق پاکستان میں دو ہزار آٹھ سو اکتیس پارسی آباد تھے۔۔۔

پارسی کالونی کے نزدیک پارسی برادری کا فائر ٹیمپل (عبادت گاہ)، اسکول اور کام کی جگہیں موجود تھیں، اسی لیے یہ جگہ یہاں رہنے والوں کے لیے اچھی تھی۔۔۔ یہاں ہر گھر کے سامنے ادھر رہنے والوں کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے اور ان گھروں کی تعمیر یورپی طرز کی لگتی ہے۔۔۔ یہاں پہنچتے ہی سب سے پہلے نگاہ ان مکانات کے سامنے بنی بالکونیوں پر پڑتی ہے۔۔۔ پارسی افراد اپنے گھروں میں شیشم کی لکڑی کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔۔۔ بلڈروں اور قبضہ گروہوں سے بچانے کے لیے اس کالونی کو سندھ کلچرل ہیری ٹیج پریزرویشن ایکٹ ۱۹۹۴ء کے تحت سنہ ۲۰۰۰ء کی دہائی میں ایسی جگہوں کی فہرست میں ڈال دیا گیا تھا جن کو گرایا نہیں جا سکتا۔

(ماخوذ از: 'کراچی کی قدیم پارسی کالونی جہاں ہر دوسرا گھر مکینوں کی راہ تک رہا ہے' از: سحر بلوچ۔ بی بی سی اردو ڈاٹ کام، کراچی۔ 1 نومبر 2021۔ https://www.bbc.com/urdu/pakistan-59112719)

AKU-EB Annual Examination 2023 for Teaching and Learning only

Listening Passage – II

بیماری ہزار نعمت ہے

ایک دن ہم اپنے کپڑوں پر استری کرنے بیٹھے تو ہمارے بڑے بھائی صاحِب تشریف لے آئے۔ اُن کے ہاتھ میں دُھلے ہوئے کپڑوں کی ایک گٹھڑی تھی۔ کپڑوں کا یہ پہاڑ انھوں نے ہمارے سامنے ڈھیر کیا اور ایک نادر شاہی حکم صادر کر دیا کہ ''شام تک یہ سب کپڑے استری ہو جائیں۔'' ہم کپڑے لے کر امّی کے پاس پہنچے اور معصوم سا منہ بنا کر انھیں بھائی جان کے ظلم کی داستان سنائی۔ لیکن ۔۔۔ امّی نے کہا کہ ''مُنی اور پپو کے کپڑے بھی ساتھ ہی استری کر دینا۔ آخر بھائی بہنوں کے کام بھی بھائی ہی آتے ہیں۔ ذرا سا کام کہہ دیا تو جان نکلی جا رہی ہے۔ چلو جاؤ!۔۔۔''

امّی تو جانے کتنی دیر تک کچھ کہتی رہیں، ہم چپ چاپ سر جھکائے استری کرتے رہے۔۔۔۔ اسی استری میں ٹیلی ویژن پر ہمارے پسندیدہ پروگرام بھی نکل گئے۔ اور باتیں تو جیسے تیسے سہہ لیتے، مگر ایک چیز ہم سے برداشت نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے ساتھ اپنا گزارا ہے اور وہ ہے 'اسکول'۔ گدھوں کی طرح ہوم ورک کرنا، توتوں کی طرح رٹنا، گھوڑے کی طرح چابک کھانا اور گائے کی طرح چپ رہنا۔۔۔۔ دوسری بات یہ کہ استاد صاحبان ہمارے ہی پیچھے پڑ جاتے ہیں۔۔۔ بس! ہمارے سر پر ڈنڈا لیے کھڑے ہیں اور وہ بھی بہت معمولی باتوں پر، یعنی:۔۔۔ ''ایک ہفتے سے کہاں غائب تھے، جماعت میں امرود کیوں کھا رہے ہو۔'' لیجیے! یہ بھی کوئی بات ہوئی۔۔۔۔

اس لیے دن رات غور و فکر ہی میں بسر ہونے لگے کہ اسکول اور کام کاج سے کس طرح چھٹکارا ملے۔ خدا بھلا کرے ہماری بھابھی صاحِبہ کا، جو بیٹھے بٹھائے بیمار ہو گئیں اور ہم کو نہایت عمدہ ترکیب بلا قیمت بتا دی گئی۔ ہم بھابھی صاحبہ کی بیماری کو نہایت حسرت سے تکا کرتے تھے۔ یہ دودھ، یہ بسکٹ، یہ پھل، یہ آرام، یہ ناز برداریاں، یہ تیمار داریاں،۔۔۔ آخر کار ہم نے بھی بیمار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ جوں جوں بھابھی صحت یاب ہوتی گئیں، ہم بیمار ہوتے گئے۔ یعنی اُدھر کا مال اِدھر آتا گیا۔۔۔ اسکول کی چھٹیاں الگ۔ ہمیں کوئی خاص بیماری تو نہیں تھی، بس! کبھی پیٹ میں درد ہو جاتا، کبھی سر درد کے مارے پھٹنے لگتا اور کبھی ہاتھ پیر اینٹھ جاتے۔

دو ہفتے تو مزے سے کاٹ دیے لیکن اس کے بعد گھر والے بھی اکتائے نظر آنے لگے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی معاملے پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا اور جب ان کا شک بڑھ گیا تو ایک دن ہماری موجودگی میں جان بوجھ کر بلند آواز سے بھائی جان کو بتایا کہ ''اب ایک کڑوی دوا دوں گا تاکہ رؤف جلدی سے ٹھیک ہو سکے۔ ورنہ پھر انجکشن۔'' یہ سن کر ہم دھک سے رہ گئے اور ڈاکٹر صاحب بھی تاڑ گئے۔۔۔۔ ابّا جان نے بھی ہمیں ایک دو بار ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھا اور اُلٹے سیدھے سوال پوچھے۔ تب ہم نے سوچا کہ اب کافی ہو لیا۔ اب ایک دو ماہ ٹھہر کر یہ ناٹک رچائیں گے۔۔۔۔ 'تن درستی ہزار نعمت' نہیں بلکہ 'بیماری ہزار نعمت ہے'۔

(ماخوذ از: 'بیماری ہزار نعمت ہے' از: ڈاکٹر رؤف پاریکھ۔ ویب سائٹ: roshnai.com)

AKU-EB Annual Examination 2023 for Teaching and Learning only